حضرت زینب بنت جحشؓ کے نکاح کا پس منظر

آصفہ اکرم*

حضرت زینبؓ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے اپنے آزاد کردہ غلام زیدؓ بن حارثہ کا انتخاب فرمایا، جو آپؐ کے متبنیٰ بھی تھے۔ حضرت زیدؓ اگرچہ ایک آزاد کردہ غلام تھے لیکن نبی کریم ﷺ کی صحبت سے مشرف اور اکابر صحابہؓ کے نزدیک لائق تعظیم تھے۔ آنحضرتؐ جو رنگ و نسل اور ذات پات کی تفریق کو ختم کرنے اور مساوات انسانی کا درس لے کر تشریف لائے تھے، چاہتے تھے کہ اپنی پھوپھی زاد بہن کا نکاح حضرت زیدؓ سے کر کے اس کا عملی نمونہ فراہم فرمائیں۔ حضرت زینبؓ نے ایمان کامل کا ثبوت دیتے ہوئے اللہ اور اس کے رسولؐ کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ تاہم زوجین کے مزاجوں کے مابین پایا جانے والا تفاوت بالآخر اس رشتے کے اختتام پر منتج ہوا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے حکم الٰہی کی بنا پر حضرت زینبؓ سے عقد فرما لیا۔ ویسے بھی حضرت زینبؓ جنہوں نے آنحضرتؐ کے حکم کی تعمیل میں اس رشتے کو قبول فرمایا تھا، اب ایک طلاق یافتہ خاتون تھیں۔ ان کے وقار کو بحال کرنے کی بہترین صورت یہی تھی کہ آنحضرتؐ خود انہیں اپنے نکاح میں لے آتے۔ آنحضرتؐ کے اس اقدام سے طبقہ منافقین کو آپؐ کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کا ایک موقع میسر آ گیا، اور وہ الزام لگانے لگے کہ آپؐ نے اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے شادی کر کے اپنے ہی قائم کردہ اصول، کہ بیٹے کی مطلقہ باپ کے لیے جائز نہیں، کی خلاف ورزی کی ہے۔ منافقین کا خیال تھا کہ اس طرح وہ اہل اسلام کو اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے خلاف منحرف و منفعل کر کے اپنے مذموم مقاصد کے حصول میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تمام وساوس سے محفوظ رکھا، اور منہ بولے بیٹوں سے متعلقہ صاف صاف احکام نازل فرما کر اس منفی پروپیگنڈہ کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔

مستشرقین کے ہاں اس واقعہ کے بارے جو رائے زنی کی گئی ہے وہ مذکور حقیقت کے برخلاف بعض موضوع اور من گھڑت روایات کی پیداوار ہے۔ جان آف دمشق (John of Damascus)(۱) وہ پہلا شخص تھا جس نے ساتویں صدی عیسوی میں انہی روایات کی بنا پر اس بات کی سعی کی کہ حضرت زینبؓ بنت جحش کے واقعہ نکاح کو افسانوی رنگ دیا جائے۔ (۲) بعد ازاں دیگر متعدد مستشرقین نے اپنی کتب سیر و سوانح میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا تاہم بیشتر میں جان کے اندازِ بیان کا رنگ نمایاں رہا۔ یہاں پر دو مستشرقین کے بیانات زیر بحث لا کر واقعہ کی اصل صورت کی نقاب کشائی کی جاتی ہے:

جین بول (Juynboll,Th.W.)(۳) نے Encyclopaedia of Religion and Ethics میں

---

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

Adoption کے عنوان سے ایک طویل مقالہ تحریر کیا ہے، جس میں مقالہ نگار زیر بحث موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''عرب میں محمد (ﷺ) کے عہد میں یہ دستور تھا کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کو منہ بولا بیٹا بنا سکتا تھا۔ پیغمبرؐ نے بذات خود زیدؓ بن حارثہ کو اپنا بیٹا بنایا۔ زیدؓ کو ان کے عہد جوانی میں غلام بنا لیا گیا تھا اور وہ مکہ میں محمد (ﷺ) کی ملکیت میں آئے۔ زیدؓ کے قبیلے کے کچھ لوگوں نے ان کو پہچان لیا اور ان کے والد حارثہ کو آگاہ کیا جو اپنے بیٹے کا تاوان ادا کرنے مکہ پہنچا۔ تاہم زیدؓ نے اس موقع پر پیغمبرؐ ہی کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی جس پر پیغمبرؐ نے انہیں آزاد کر دیا اور یہ کہہ کر اپنا بیٹا بنا لیا کہ ''یہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا۔'' اس وقت سے وہ زیدؓ بن محمد (ﷺ) کہلانے لگے۔

عربی ادب میں متبنیٰ بنانے (Adoption) کی دیگر کئی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ لیکن یہ شواہد کہیں نہیں ملتے کہ منہ بولا بیٹا بنانے کا دستور صرف اس لیے تھا کہ متعلقہ خاندان کو مٹ جانے سے بچایا جا سکے۔ اکثر اوقات اس دستور کو صرف اس لیے اپنایا جاتا کہ خاندان میں ایک نئے فرد کا اضافہ کیا جا سکے، جس کی وجوہات کچھ بھی ہو سکتی تھیں مثلاً کوئی فرد جب کسی ایسی خاتون سے نکاح کرتا جس کے پہلے شوہر سے بھی اولاد ہوتی تو اس اولاد کو اپنانے کی غرض سے، لونڈیوں کے بچے جوان کے مالک کی اولاد ہوتے اور جو غلام ہی سمجھے جاتے مگر بعض اوقات ان کے باپوں نے انہیں اپنا ہی لیا (جیسا کہ مشہور شاعر عنترہ کے معاملہ میں ہوا جس نے اپنی قابلیت کا ثبوت پیش کیا)۔ ایک صورت یہ بھی تھی کہ اگر کوئی شخص کسی کا قتل کر کے اپنے قبیلے سے فرار ہو جاتا تو اس کو پناہ دینے والا اس کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیتا۔ مثال کے طور پر مقداد بن اسودؓ جوان لوگوں میں سے تھے، جنہوں نے محمد (ﷺ) کی تبلیغ سے اول اول اسلام قبول کیا، وہ ابتداءً اپنے قبیلے بہراء (Bahra) سے فرار ہو کر آئے اور بعد ازاں مکہ میں ان کے نگہبان الاسود نے ان کو اپنا منہ بولا بیٹا تسلیم کر لیا۔ ان کا اصل نام مقداد بن عمرو تھا۔

یہاں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ ایک منہ بولے بیٹے کا مقام اس زمانے میں ہر اعتبار سے حقیقی بیٹے کے برابر ہی ہوتا تھا۔ لیکن مندرجہ ذیل واقعہ کے بعد پیغمبرؐ اس پرانے دستور کو خیر آباد کہنے پر مجبور ہو گئے اور انہیں یہ برملا اعلان کرنا پڑا کہ یہ دستور حقوق سے متعلق کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

متذکرہ بالا زیدؓ کی زوجہ زینبؓ نے پیغمبرؐ کے جذبات کو اس قدر برانگیختہ کیا کہ انہوں نے زیدؓ کو مجبور کیا کہ وہ اپنی بیوی سے ترک تعلق کر لے اور ایسا ہو جانے کے بعد پیغمبرؐ نے خود اس سے نکاح کر لیا، اور اس بات سے معاشرے میں ایک بڑا فساد برپا ہو گیا۔ اعتراض یہ اٹھایا گیا کہ قرآن کی رو سے (سورۃ iv، آیت نمبر ۲۷) یہ کبیرہ گناہ (incest) تھا کہ ایک باپ اپنے بیٹے کی بیوی (یعنی اپنی بہو) سے نکاح کر لے۔ تب قرآن کی یہ آیات سورۃ ۳۳ (الاحزاب) آیات ۱ تا ۵ اور ۳۷) نازل کی گئیں، جس میں نہایت وضاحت سے مومنین کو یہ بتا دیا گیا کہ ایک متبنیٰ بیٹا حقیقی بیٹے کے برابر نہیں، چنانچہ ایک منہ

© rasailojaraid.com

بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کے برابر کہنا درست نہ تھا۔ چنانچہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح کوئی گناہ کی بات نہ تھی۔''(۴)

ڈی ،ایس ،مارگولیتھ (D.S.Margoliouth)(۵) اپنے مقالہ ''محمد(ﷺ)''میں اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب کرکے یہ قول لکھتا ہے کہ'' قرآن متبنٰی ، بیٹے والے واقعہ کو حذف کرکے اپنے حق میں زیادہ فوائد سمیٹ سکتا تھا اور اس تنقید کا رخ دوسروں کی طرف بھی پھیرا جا سکتا تھا۔''(٦)

مستشرقین کے مذکورہ بیانات کا جائزہ لینے کے لیے درج ذیل امور کے بارے جاننا ضروری ہے تاکہ صحیح صورت حال کی وضاحت ممکن ہو سکے۔

☆اسلام سے قبل متبنٰی بنانے کا رواج کیونکر تھا؟

☆ حضرت زیدؓ کون تھے؟ اور انہیں متبنٰی کیوں بنایا گیا؟

☆ حضرت زینبؓ بنت جحش کون تھیں؟ اور نبی کریم ﷺ سے ان کا کیا رشتہ تھا؟

☆ حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت زیدؓ سے کیوں کیا گیا؟

☆ حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق کیوں دی؟

☆ نبی کریم ﷺ سے حضرت زینبؓ کا عقد کن اسباب کی بنا پر ہوا؟

☆رسم تبنیت سے کون سی خرابیاں رونما ہوتی ہیں؟

☆متبنٰی سے متعلق اسلام کا حکم کیا ہے؟

ذیل میں مذکورہ بالا امور کا بالتفصیل جائزہ لیا جاتا ہے۔

قبل از اسلام متبنٰی بنانے کا رواج:

زمانہ جاہلیت میں عربوں کے ہاں جو رسوم رواج پا چکی تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ وہ تبنیت کے ذریعے اپنے نسب کو دوسرے شخص سے ملا دیتے۔ پھر ان منہ بولے بیٹوں کو اپنی سگی اولاد کی طرح خیال کرتے اور ان کو وہی حقوق دیتے کہ جن کی مستحق ان کی حقیقی اولاد ہوتی۔ منہ بولی اولاد ان کے حوالے ہی سے معاشرے میں اپنی پہچان حاصل کرتی۔ نسبی رشتہ کی بنا پر جو عورتیں محرمات قرار پاتی ہیں، متبنٰی کے حوالے سے بھی ان کی حرمت برقرار رکھی جاتی۔ چنانچہ لے پالک بیٹوں کی بیویوں کو وہ حقیقی بہوئیں خیال کرتے اور مطلقہ ہونے کی صورت میں ان کو اپنے لیے حرام سمجھتے۔ نیز ان منہ بولے بیٹوں کو میراث و ترکہ میں بھی حصہ دار ٹھہرایا جاتا۔ علامہ یوسف القرضاوی فرماتے ہیں:

''زمانہ جاہلیت میں عرب دوسری قوموں کی طرح اپنا نسب تبنیت کے ذریعہ جس شخص سے چاہتے

© rasailojaraid.com

ملاتے اور آدمی جس لڑکے کو چاہتا اپنا بیٹا بنا لیتا اور اس کے حقوق وفرائض بیٹوں ہی کی طرح ہوتے۔ یہ تبنیت اس صورت میں بھی اختیار کی جاتی جبکہ متبنیٰ کا باپ معلوم اور اس کا نسب معروف ہوتا۔'' (۷)

مذکورہ تفصیل سے یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی کہ عربوں میں متبنیٰ بنانے کا رواج سختی سے جڑ پکڑ چکا تھا، حتیٰ کہ اس کا اثر رشتے ناطوں اور وراثت وغیرہ کے احکام تک جا پہنچا تھا، جس کی وجہ سے معاشرہ طرح طرح کے نفسیاتی، اخلاقی اور معاشی مسائل سے دوچار تھا۔

حضرت زیدؓ بن حارثہ کون تھے؟

حضرت زیدؓ قبیلہ کلب سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؓ کے والد کا نام حارثہ بن شراحیل تھا۔ آپؓ کی والدہ سعدیٰ بنت ثعلبہ قبیلہ طے کی ایک شاخ بنی معن سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کی عمر آٹھ سال کی تھی جب ان کی والدہ انہیں لے کر اپنے میکہ گئیں۔ وہاں بنو قیس نے قافلے والوں پر حملہ کر کے انہیں لوٹ لیا۔ اس لوٹ مار میں وہ جن آدمیوں کو اپنے ساتھ پکڑ کر لے گئے ان میں حضرت زیدؓ بھی تھے۔ طائف کے قریب ایک میلہ عکاظ نامی لگا کرتا تھا، انہوں نے حضرت زیدؓ کو اس میلے میں لے جا کر بیچ دیا۔ حکیم بن حزام جو حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے، نے اپنی پھوپھی کے لیے انہیں وہاں سے خریدا۔ جب حضرت خدیجہؓ کا نکاح آنحضورؐ سے ہوا تو انہوں نے زیدؓ کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کر دیا۔ ادھر زیدؓ کے والد کو ان کی جدائی کا بے حد صدمہ تھا۔ وہ ان کے فراق میں روتے اور اشعار پڑھا کرتے تھے۔ حسن اتفاق سے ان کی قوم کے چند لوگ حج پر گئے اور انہوں نے زیدؓ کو پہچان لیا اور انہیں ان کے والد کے حال کی خبر دی۔ زیدؓ نے ان کے ذریعے اپنے والد کو اپنی خیریت کی اطلاع دی۔ آپؓ کے والد اور چچا کو جب یہ خبر ملی تو وہ فدیہ کی رقم لے کر اُن کو غلامی کی قید سے چھڑوانے کے لیے مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ آنحضورؐ کی خدمت میں پہنچ کر مدعا عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں اُسے بلا لیتا ہوں اگر وہ تمہارے ساتھ جانے پر رضامند ہو تو بغیر فدیہ اُسے چھوڑتا ہوں لیکن اگر وہ میرے پاس رہنا چاہے تو میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ جو شخص میرے پاس رہنے کا خواہشمند ہو اُسے اپنے ہاں سے نکال دوں۔ انہوں نے آپؐ کی رائے کو صائب قرار دیا اور کہا کہ آپؐ نے انصاف سے بھی بڑھ کر بات ارشاد فرمائی۔ آپؐ نے حضرت زیدؓ کو بلا کر پوچھا کیا تم ان کو جانتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں یہ میرے والد اور یہ میرے چچا ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تمہیں میرا حال بھی معلوم ہے، اب تمہیں اجازت ہے کہ تم ان کے ساتھ چلے جاؤ اور چاہو تو میرے ساتھ رہو۔ حضرت زیدؓ نے عرض کیا میں آپؐ کو چھوڑ کر کسی اور کے پاس جانے کی خواہش نہیں رکھتا۔ اس پر حضرت زیدؓ کے والد اور چچا نے کہا کہ زیدؓ کیا تم آزادی پر غلامی کو ترجیح دے رہے ہو اور اپنے باپ اور گھر والوں کو چھوڑ کر دیارِ غیر میں رہنا پسند کرتے ہو؟ انہوں نے جواباً عرض کیا کہ میں نے آپؐ میں جن اوصاف کا مشاہدہ کیا ہے ان کے مقابلے میں کسی اور کو آپؐ پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ نبی کریم ﷺ نے جب حضرت زیدؓ کا یہ جواب سماعت فرمایا تو انہیں اسی وقت آزاد فرما دیا اور حرم میں تشریف لے جا کر قریش کے مجمع عام میں یہ اعلان فرمایا:

"یا من حضر، اشهدوا أن زیدا ابنی، یرثنی و أرثه."

"تم لوگ گواہ رہو کہ زیدؓ میرا بیٹا ہے، یہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا۔"

آپؓ کے والد اور چچا نے جب یہ منظر دیکھا تو نہایت مسرور ہوئے اور انہیں خوشی سے خدمت نبویؐ میں چھوڑ کر چلے گئے۔ اُسی دن سے لوگ انہیں زید بن محمدؐ کہنے لگے۔ یہاں تک کہ اسلام آیا اور یہ آیت نازل ہوئی ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ﴾(۸)

"تم اُن کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو۔" چنانچہ اس دن سے انہیں زیدؓ بن حارثہ کہا جانے لگا۔(۹)

معلوم ہوا کہ حضرت زیدؓ آنحضورﷺ کے آزاد کردہ اور متبنیٰ تھے۔ نبی کریمﷺ نے انہیں ان کے جذبہ جانثاری کی بنا پر اس شرف سے ممتاز فرمایا تھا۔ دُنیا انہیں زید بن محمدؐ کے نام سے پکارا کرتی تھی، تاہم قرآن کریم کے مذکورہ حکم کی بنا پر انہیں زیدؓ بن حارثہ کہا جانے لگا۔

حضرت زینبؓ بنت جحش کون تھیں اور ان کا آنحضورﷺ سے کیا رشتہ تھا؟

حضرت زینبؓ بنت جحش کی والدہ کا نام امیمہ بنت عبد المطلب تھا جو رشتہ میں آنحضورﷺ کی پھوپھی لگتی تھیں۔ یعنی حضرت زینبؓ نبی کریمﷺ کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپؓ کو سابقون الاولون میں شمولیت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ ۱۳ نبوی میں آپؓ نے اپنے خاندان کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔(۱۰)

آپؓ کا پہلا نکاح حضرت زیدؓ بن حارثہ سے ہوا، لیکن دونوں میں نباہ نہ ہوسکا، چنانچہ حضرت زیدؓ نے آپؓ کو طلاق دے دی۔ بعد ازاں بحکم الٰہی نبی کریمﷺ کے نکاح میں آئیں۔ آنحضرتﷺ سے نکاح کے وقت اُن کی عمر ۳۵ سال تھی۔(۱۱)

حضرت زینبؓ نہایت متقی، پرہیز گار اور فیاض واقع ہوئی تھیں۔ نبی کریمﷺ نے اُن کے بارے حضرت عمرؓ سے ارشاد فرمایا: انها لأواهة.

ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ اواہ سے کیا مراد ہے۔ فرمایا خاشع اور متضرع پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ﴾(۱۲)(۱۳)

"واقعی ابراہیمؑ بڑے حلیم الطبع رحیم المزاج رقیق القلب تھے۔"

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آپؓ کے بارے فرمایا:

"هی التی تسامینی فی المنزلة عند رسول الله ﷺ وما رأیت امرأة قط خیراً فی الدین من زینب و أتقی لله و أصدق حدیثا و أوصل للرحم و أعظم صدقة." (۱۴)

"زینبؓ بنت جحش رسول اللہﷺ کے نزدیک مرتبہ میں میرا مقابلہ کیا کرتی تھیں۔ میں نے دین کے معاملہ

میں زینبؓ سے بڑھ کر کسی عورت کو نہیں پایا اور وہ سب سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والی، سچ بولنے والی، صلہ رحمی کرنے والی اور صدقہ وخیرات کرنے والی تھیں۔''

واقعہ افک میں آنحضرت ﷺ نے حضرت زینبؓ سے جب حضرت عائشہؓ کے بارے استفسار فرمایا تو انہوں نے حق گوئی سے کام لیتے ہوئے صاف فرما دیا:

''یا رسول الله احمی سمعی و بصری والله ما علمت علیها الا خیرا.'' (۱۵)

''یارسول اللہ میں اپنے کان اور آنکھ کی حفاظت کرتی ہوں، اللہ کی قسم میں نے عائشہؓ میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں پایا۔''

ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے ازواج مطہراتؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''تم میں سے مجھے جلد وہ ملے گی جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا۔''

لمبے ہاتھ سے آپؐ کی مراد سخاوت تھی۔ حضرت زینبؓ چونکہ بے حد سخی اور فیاض تھیں، لہٰذا نبی کریم ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد سب سے پہلے آپؓ نے ہی وفات پائی۔ (۱۶)

حضرت زینبؓ کا انتقال ۲۰ھ میں ۵۳ برس کی عمر میں ہوا۔ سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ ان کے لیے حبش والوں کی طرح ڈولا استعمال کیا گیا جس کے اوپر ایک چادر بھی ڈالی گئی تاکہ اُم المومنینؓ دوسروں کی نظروں سے محفوظ رہ سکیں۔ (۱۷)

وفات کے وقت آپؓ کے ترکہ میں سوائے ایک مکان کے کچھ نہیں تھا، کیونکہ آپؓ اپنا سب مال راہ خدا میں صدقہ کر چکی تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے اُن کی وفات پر درج ذیل تعریفی کلمات ارشاد فرمائے:

''ذهبت حميدة فقيدة مفرع اليتامى والأرامل.'' (۱۸)

''وہ نیک خصائل کی مالک خاتون دنیا سے رخصت ہوگئیں اور اپنے پیچھے یتیموں اور مفلسوں کو بے چین چھوڑ گئیں۔''

مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت زینبؓ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپؓ کا پہلا نکاح حضرت زیدؓ بن حارثہ سے ہوا۔ تاہم زوجین میں نباہ کی صورت نہ بن سکی، جس کی بنا پر حضرت زیدؓ نے انہیں طلاق دے دی۔ پینتیس (۳۵) سال کی عمر میں آپؓ نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ آپؓ نہایت متقی، پرہیزگار، صلہ رحمی کرنے والی اور فیاض تھیں۔

حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت زیدؓ سے کیوں کیا گیا؟

جیسا کہ بیان ہوا، حضرت زیدؓ نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام اور متبنّٰی یعنی منہ بولے بیٹے تھے۔ آنحضرتؐ ان سے خاص اُنس رکھتے تھے چنانچہ آپؐ نے اُن کے رشتہ کے لیے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کا انتخاب فرمایا۔ حضرت

زینبؓ چونکہ عرب کے ایک نہایت معزز اور شریف خاندان سے تعلق رکھتی تھیں نیز انہیں نبی کریم ﷺ کی پھوپھی زاد ہونے کا شرف بھی حاصل تھا، ادھر حضرت زیدؓ اگر چہ آنحضورؐ کے متبنٰی تھے لیکن تھے تو ایک آزاد کردہ غلام۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت زینبؓ اوران کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو اس رشتہ پر سخت تعجب ہوا۔ اس پر سورۂ احزاب کی یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی:

﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ (۱۹)

''اور کسی ایمان دار مرد اور کسی ایمان دار عورت کو گنجائش نہیں ہے جب کہ اللہ اور اس کا رسولؐ کسی کام کا حکم دے دیں کہ (پھر) ان کو اُن (مومنین) کے اُس کام میں کوئی اختیار (باقی) ہے۔ اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسولؐ کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔''

اس آیت کے نازل ہونے پر حضرت زینبؓ بنت جحش اوران کے بھائی عبداللہؓ بن جحش نے نکاح پر آمادگی ظاہر کر کے مثالی اطاعت کا ثبوت فراہم کیا۔ آیت مبارکہ میں مومن مرد سے مراد حضرت عبداللہؓ جبکہ مومنہ عورت سے خود حضرت زینبؓ مراد ہیں۔ چنانچہ یہ نکاح منعقد کردیا گیا۔ آپؐ کا مہر نبی کریم ﷺ نے اپنی طرف سے ادا فرمایا جو دس دینار اور ساٹھ درہم، ایک دوپٹہ ایک چادر ایک کرتا پچاس مُد اناج اور دس مُد کھجور تھا۔ (۲۰)

جمہور مفسرین نے مذکورہ آیت کا شانِ نزول اسی واقعہ کو قرار دیا ہے۔

یہاں پر مفسرین نے نکاح کے معاملہ میں نسبی کفاءت ومماثلت کے مسئلہ پر طویل کلام کیا ہے، اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ رعایت دوسری دینی مصالح کے مقابلے میں قابلِ ترک ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں متعدد نکاح اسی قسم کی دینی مصالح کی بنا پر غیر کفو میں کیے گئے تھے۔ (۲۱)

نکاح میں کفو کا لحاظ رکھنا اگر چہ بہتر ہے لیکن اس سے یہ خیال کر لینا کہ کسی اعلیٰ خاندان کے فرد کا اپنے سے کمتر خاندان میں نکاح نہیں ہوسکتا، درست نہیں، جبکہ مصالح دینیہ بھی اس امر کو مقتضی ہوں۔

حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق کیوں دی؟

نکاح کے بعد حضرت زینبؓ اور حضرت زیدؓ میں نباہ کی صورت پیدا نہ ہوسکی اور دونوں کے مزاج کی عدم موافقت خوشگوار عائلی زندگی کی راہ میں رکاوٹ بن گئی۔ چنانچہ ایک سال سے کچھ اوپر تک تو یہ گھر بسا رہا لیکن پھر ناچاقیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ حضرت زید حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں شکایت لے کر حاضر ہوئے تو آپؐ نے انہیں سمجھایا کہ گھر نہ توڑیں اور اللہ سے ڈریں۔ علامہ ابن کثیر اس واقعہ کو زیر بحث لا کر فرماتے ہیں کہ ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے اس جگہ بہت سے آثار ایسے نقل کیے ہیں جو صحیح نہیں، لہٰذا انہیں ہم نامناسب جان کر ترک کرتے ہیں کیونکہ ان میں سے کوئی بھی ثابت اور صحیح نہیں۔ البتہ وہ ابن ابی حاتم کے حوالے سے یہ ضرور لکھتے ہیں کہ:

© rasailojaraid.com

"لكن الله تعالى أعلم نبيه أنها ستكون من أزواجه قبل أن يتزوجها، فلما أتاه زيد رضى الله عنه ليشكوها اليه قال: اتق الله وأمسك عليك زوجك." (۲۲)

"اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ حضرت زینبؓ بھی آپؐ کے نکاح میں آجائیں گی ،پھر جب حضرت زیدؓ ان کی شکایت لے کر خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو۔"

آنحضرت ﷺ بعض وجوہات کی بنا پر حضرت زیدؓ کو ایسا کرنے سے روکتے رہے:

ان میں پہلی وجہ تو یہ تھی کہ اسلام میں طلاق کو باوجود جائز ہونے کے ایک ناپسندیدہ چیز قرار دیا گیا ہے اور جس کا استعمال وہ محض ناگزیر حالات میں ہی روا رکھتا ہے۔اور تکوینی طور پر کسی کام کا وقوع شرعی حکم کو متاثر نہیں کرتا۔پھر چونکہ عرب اپنے منہ بولے بیٹوں کی مطلقہ عورتوں سے نکاح کر لینا نہایت معیوب خیال کرتے تھے کیونکہ وہ ان کے نزدیک حقیقی اولاد کا درجہ اور حقوق رکھتے تھے۔لہذا آپ کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ عرب اپنی اس جاہلانہ رسم کی بنا پر زبان طعن دراز کریں گے جو ظاہر ہے طبعی گرانی کا باعث بنتا۔(۲۳) یہ تھیں وہ تمام وجوہات جن کے پیش نظر آپؐ نے حضرت زیدؓ کو اپنی بیوی کے ساتھ نباہ کرنے کا مشورہ دیا اور اس بات کو فی الحال ظاہر نہ فرمایا جو آپ کو من جانب اللہ معلوم ہو چکی تھی۔مگر اللہ تعالیٰ کو اس کا ظاہر کرنا منظور تھا، چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَهَا لِکَیْ لَا یَکُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَ کَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾(۲۴)

"اور جب آپ اس شخص سے فرما رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا کہ اپنی بی بی (زینبؓ) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور خدا سے ڈر اور آپ اپنے دل میں وہ (بات بھی) چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ (آخر میں) ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں (کے طعن) سے اندیشہ کرتے تھے اور ڈرنا تو آپ کو خدا ہی سے سزاوار ہے۔پھر جب زیدؓ کا اس سے جی بھر گیا ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا تا کہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیبیوں کے (نکاح کے) بارہ میں کچھ تنگی نہ رہے جب وہ (منہ بولے بیٹے) ان سے اپنا جی بھر چکیں اور خدا کا یہ حکم تو ہونے والا تھا ہی۔"

جامع ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے یہ قول مذکور ہوا ہے کہ:

"لو كان رسول الله ﷺ كاتما شيئاً من الوحى لكتم هذه الاية ﴿وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ﴾" (۲۵)

''اگر نبی کریم ﷺ وحی میں سے کچھ چھپاتے تو یہ آیت ﴿وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ﴾۔
معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے وحی الٰہی میں سے کسی بھی چیز کا کتمان نہیں فرمایا۔ آپؐ پر جو کچھ بھی بصورت وحی نازل ہوا اسے بلا کم وکاست خلق خدا تک پہنچا دیا۔

نبی کریم ﷺ سے حضرت زینبؓ کا عقد کن اسباب کی بنا پر ہوا؟

اللہ کا رسول حقیقی طور پر صرف اللہ کا مطیع وفرمانبردار ہوتا ہے اور اس کی ناراضگی کو وہ برداشت نہیں کرسکتا۔ چنانچہ جب حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی تو بعد عدت آپؐ مذکورہ حکم الٰہی کے تحت اُن کو اپنے نکاح میں لے آئے۔ اگر چہ یہ کام کرنا اس قدر آسان نہ تھا کہ منافقین کی طرف سے طعنوں کا زبردست اندیشہ تھا لیکن اُسے برداشت کرنے کا حوصلہ اللہ کریم نے اپنے پیغمبر اعظمؐ کو عطا فرمایا۔ تاکہ یہ حکم الٰہی خوب واضح ہو جائے کہ منہ بولے بیٹوں کی بیواؤں یا مطلقہ عورتوں سے نکاح حرام نہیں ہے۔ لہٰذا اُن کے لیے حقیقی اولاد والے تمام حقوق کالعدم ٹھہرے۔ محمد حسین ھیکل نے اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''رسوم کے اصلاح کنندہ کو خود ہی ایسا قدم اٹھانا چاہیے کہ سب سے پہلے باپ اپنے منہ بولے فرزند کی بیوی سے عقد کر سکے۔ اور متبنّٰی کو اپنے منہ بولے باپ کی زوجہ سے عقد گوارا ہو، لیکن کسے یارا تھا جو ان رسوم کے خلاف عملاً قدم اٹھائے پھر عرب جیسے ملک میں جہاں صدیوں سے یہ رسمیں قومی دستور کے طریق پر تہذیب وتمدن میں داخل ہو چکی ہوں، ماسوائے حضرت محمد ﷺ کے جن کی قوت، عزیمت اور حکمت خداوندی پر عمیق ادراک وفکر نے آپؐ کو عملاً اس پر آمادہ فرما دیا۔''(۲۶)

انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ جب حضرت زیدؓ حضرت زینبؓ کو طلاق دے چکے تو نبی کریم ﷺ نے حضرت زیدؓ سے فرمایا ''اس پیغام کو پہنچانے کے لیے میں کسی شخص کو تم سے بڑھ کر نہیں پاتا تم میری طرف سے زینبؓ کے پاس جا کر نکاح کا پیغام دو۔''

چنانچہ زیدؓ ان کے گھر پہنچے اور اُن کے لیے احترام محسوس کرتے ہوئے اُن کو آنحضرت ﷺ کی طرف سے نکاح کا پیغام پہنچا دیا۔ مگر اس طرح کہ ان کی طرف پشت کیے رہے اور کہا ''مبارک باد قبول کیجیے، نبی کریم ﷺ نے آپؓ کا ذکر فرمایا ہے۔''

حضرت زینبؓ نے جواباً فرمایا، میں جب تک اپنے رب سے نہ پوچھ لوں (یعنی استخارہ نہ کرلوں) کوئی جواب نہ دوں گی۔ اور نماز کے لیے کھڑی ہوگئیں۔ (۲۷)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے بقول چونکہ حضرت زینبؓ نے اس بارہ میں کسی مخلوق سے مشورہ نہیں کیا، بلکہ خدائے عزوجل سے مشورہ چاہا اور اسی سے خیر طلب کی کیونکہ وہی اہل ایمان کا ولی ہے۔ اس لیے خدائے عزوجل نے اپنی

خاص ولایت سے آسمان پر فرشتوں کی موجودگی میں آنحضرت ﷺ کا نکاح زینبؓ سے کر دیا۔ آسمانوں میں تو اعلان ہو ہی گیا ۔اب ضرورت ہوئی کہ زمین پر بھی اس نکاح کا اعلان ہو۔(۲۸)

چنانچہ ان آیات مبارکہ کا نزول ہوا:

﴿ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا ﴾(۲۹)

''پھر جب زیدؓ کا اس سے جی بھر گیا ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا۔''

اس کے بعد آنحضرت ﷺ حضرت زینبؓ کے گھر تشریف لے گئے اور بغیر اذن کے داخل ہوئے۔ ولیمہ کی دعوت میں آپؐ نے گوشت اور روٹی کا انتظام فرمایا۔ اسی موقع پر آیات حجاب کا نزول ہوا اور صحابہؓ کو نبی کریم ﷺ کے حجرات مقدسہ میں بغیر اجازت کے جانے سے منع فرما دیا گیا۔(۳۰)

حضرت زینبؓ دیگر ازواج مطہراتؓ پر اس بات کو فخریہ بیان کیا کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تو تمہارے اولیاء کے ذریعے انجام پایا لیکن میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر فرمایا۔(۳۱)

بعد از نکاح منافقین کی طرف سے حسب توقع اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کو الزام تراشیوں کا ہدف بنایا گیا۔ ابن سید الناس نے اس موقع پر منافقین کا یہ اعتراض نقل کیا ہے:

''حرم محمد نساء الولد وقد تزوج امرأة ابنه.'' (۳۲)

محمد (ﷺ) نے لڑکے کی بیوی کو حرام قرار دینے کے باوجود اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح فرما لیا۔''

اللہ کریم نے ان کی تمام نکتہ چینیوں کا جواب یہ کہہ کر ارشاد فرمایا:

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ﴾(۳۳)

''محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بتا دیا کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں۔ بلکہ آپؐ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ لہذا جب وہ تمہارے مردوں میں سے کسی کے نسبی والد ہی نہیں تو پھر اولاد والے حقوق ثابت ہی کہاں ہوتے ہیں۔ پھر آپؐ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا کہ جو اُن امور کی اصلاح کر دے جو آپ نہ کر سکے۔

رسم تبنیت سے پیدا شدہ خرابیاں:

ضروری ہے کہ یہاں رسم تبنیت سے پیدا شدہ اُن خرابیوں کا بھی مختصر تذکرہ کر دیا جائے، کہ جن کا سدِ باب اگر پیغمبر اسلامؐ کے پاک اور محکم عمل سے نہ کیا جاتا تو انسانی معاشرہ بے شمار اخلاقی، نفسیاتی اور معاشی مسائل و معائب کا

شکار ہوتا رہتا۔

اخلاقی خرابیاں:

وہ بچہ جسے کسی نے گود لیا ہے، درحقیقت اس شخص اور اس کے خاندان کے دیگر افراد سے کوئی خونی و نسبی تعلق نہیں رکھتا۔ اس بنا پر وہ اس گھر کی خواتین کے لیے غیر محرم قرار پاتا ہے، لہذا اس سے بے شمار اخلاقی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ایک ہی گھر میں غیر محرم عورتوں کے ساتھ بے تکلفی کے ماحول میں پرورش پاتے ہوئے اس بچے کے دل سے محرم اور غیر محرم رشتوں کی تمیز ہی رخصت ہو جائے۔ بعینہ یہی صورت حال اس خاندان کی عورتوں کے ساتھ بھی پیش آسکتی ہے۔ جس کے نتیجے میں یقیناً انسانی معاشرہ انارکی اور بے راہ روی کا شکار ہو کر رہ جائے گا اور اس صورت حال کو اسلام کے اخلاقی قوانین وضوابط کبھی بھی گوارا نہیں کر سکتے۔

نفسیاتی خرابیاں:

اگر شخص متبنیٰ کو گھر کی خواتین اور اُس بے تکلفی کے ماحول، جو کہ خاندانی زندگی کا خاصہ ہے، سے دور رکھ کر پرورش کیا جائے تاکہ مذکورہ مفاسد سے بچاؤ ممکن ہو سکے تو پھر اس سے بے شمار نفسیاتی خرابیاں جنم لیں گی۔ گود لیا گیا بچہ افراد خانہ سے مطلوبہ توجہ اور شفقت نہ ملنے کی وجہ سے احساس محرومی کا شکار ہو جائے گا۔ وہ جب یہ دیکھے گا کہ اس کے حقیقی بہن بھائی والدین کی شفقت و رحمت کے زیر سایہ پل رہے ہیں اور جو خوشی، تحفظ اور سکون انہیں میسر ہے وہ اس سے محروم ہے تو وہ اپنے آپ کو اس مصنوعی ماحول میں اجنبی تصور کر کے سخت ذہنی تناؤ میں مبتلا ہو جائے گا۔ جس کے نتیجے میں اس کی شخصیت بری طرح مجروح ہو گی اور وہ معاشرے کا ایک کارآمد فرد کہلانے کا مستحق قرار نہیں پا سکے گا۔

معاشی خرابیاں:

اس رسم کے نتیجے میں مرنے والے کے جائز ورثاء اپنے والد کی وراثت سے محروم ٹھہرتے ہیں۔ اور وہ شخص جسے متبنیٰ بنا کر خاندان میں داخل کیا جاتا ہے وراثت کا مستحق قرار پاتا ہے۔ یہ غیر حقیقی تقسیم وراثت افراد خانہ کے مابین عداوتوں اور نفرتوں کو پروان چڑھانے کا باعث بنتی ہے اور یہ نفرتیں بالآخر خاندانی فسادات کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔

یہ اور اس طرح کی اور بے شمار قباحتیں تھیں کہ جن کے خاتمہ کے لیے آنحضورﷺ نے اپنا اسوۂ حسنہ پیش فرمایا۔ یہ بات معلوم ہے کہ عمل قول سے زیادہ موثر ہوتا ہے خصوصاً ایسے مواقع پر جہاں کسی برائی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا مقصود ہو بقول صفی الرحمٰن مبارک پوری جب معاشرے میں کوئی رواج اچھی طرح جڑ پکڑ لیتا ہے تو محض بات کے ذریعے اسے مٹانا یا اس میں تبدیلی لانا بیشتر اوقات ممکن نہیں ہوا کرتا، بلکہ جو شخص اس کے خاتمے یا تبدیلی کا داعی ہو اس کا عملی نمونہ موجود رہنا بھی ضروری ہو جاتا ہے، اس لیے متبنیٰ کا جاہلی اصول عملی طور پر توڑنے کے لیے آپ ؐ کا نکاح آپ ؐ کے منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ کی مطلقہ سے کرایا گیا۔ (۳۴)

متبنّٰی سے متعلقہ اسلامی احکامات:

متبنّٰی سے متعلقہ احکام کو چونکہ اسلام کے معاشرتی وعائلی مسائل میں خاص اہمیت حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتی کلام میں لے پالکوں کے بارے نہایت وضاحت وصراحت کے ساتھ احکامات ارشاد فرمائے ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ مَوَالِيْكُمْ وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَ لٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾(۳۵)

''تم اُن کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو یہ اللہ کے نزدیک راستی کی بات ہے اور اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانتے ہو تو وہ تمہارے دین کے بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں اور تم کو اس میں جو بھول چوک ہو جاوے تو اس سے تم پر کچھ گناہ نہ ہوگا لیکن ہاں دل سے ارادہ کر کے کرو اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔''

لہذا متبنّٰی کو حقیقی بیٹا قرار دے کر اُسے اُس کے اصلی والد سے بے خبر رکھنا درست نہ ہوگا۔ضروری ہے کہ اُسے اُس کے اصلی باپ کے حوالے سے پکارا جائے۔اگر اس کی ولدیت معلوم نہ ہو تو وہ یا تو تمہارا دینی بھائی ہے یا پھر اس کی حیثیت دوست کی ہے۔تاہم اُس کے انسانی حقوق پورے کیے جائیں اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی سے کام نہ لیا جائے۔اس حکم کے نزول کے بعد جو شخص ارداۃً اس کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا تو وہ سخت گناہ گار اور سزا کا مستحق ہے، ہاں اگر وہ اس فعل سے باز آجائے اور معافی کا خواستگار ہو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

محمد حسین ھیکل لکھتے ہیں:

''عرب منہ بولے بیٹوں کے معاملہ میں حد سے بڑھ چکے تھے۔انہیں صلبی اولاد کے حقوق حاصل تھے مگر رسول خدا کی حکمت آفرینی گوارا نہ کر سکی کہ وہ بلا حجاب گھروں میں آئیں یا استلحاق وحرمت نسب میں انہیں صلبی اولاد کا ہم پلہ قرار دیا جائے اور میراث وترکہ میں برابر کے حصہ دار ہوں۔آں حضرت نے ضروری سمجھا کہ منہ بولے بیٹوں کے حقوق ایک دوست یا دینی بھائی سے زیادہ نہ رہنے پائیں۔ان حقوق بندی پر آخر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَ مَا جَعَلَ اَدْعِيَآئَكُمْ اَبْنَآئَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَ اللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَ هُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ﴾(۳۶)

''اللہ نے کسی شخص کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے اور تمہاری ان بیبیوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمہاری ماں نہیں بنا دیا اور تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا (سچ مچ کا) بیٹا نہیں بنا دیا۔یہ صرف تمہارے منہ سے کہنے کی بات ہے اور اللہ حق بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے۔''(۳۷)

© rasailojaraid.com

ایڈووکیٹ تنزیل الرحمٰن اس ضمن میں بعض غلط تصورات کی اصلاح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بعض حضرات تبنیت میں لینے والے شخص اور متبنّٰی کے درمیان بر بنائے معاہدۂ تبنیت وراثت جاری کرنے کے حق میں نظر آتے ہیں لیکن وراثت بر بنائے معاہدہ جاری نہیں ہوسکتی۔ البتہ تبنیت میں لینے والا متبنّٰی کے حق میں ایک تہائی کی حد تک وصیت کر سکتا ہے جیسا کہ وہ کسی اجنبی کے لیے کرنے کا شرعاً مجاز ہے۔'' (۳۸)

علامہ یوسف القرضاوی فرماتے ہیں:

اس نظام (متبنّٰی بنانے) کے جملہ نقوش مثلاً وراثت، متبنّٰی کی بیوی سے نکاح کی حُرمت وغیرہ کو اسلام نے مٹا دیا۔ چنانچہ وراثت کے سلسلہ میں قرآن نے کسی ایسے تعلق کو جو نہ خون کا ہو، نہ زوجیت کا ہو اور نہ حقیقی قرابت کا ہو کوئی اہمیت نہیں دی اور اس کو میراث میں حصہ دار نہیں بنایا۔

﴿وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾ (۳۹)

''اور جو لوگ رشتہ دار ہیں کتاب اللہ میں ایک دوسرے (کی میراث) کے زیادہ حق دار ہیں بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔''

اور نکاح کے سلسلہ میں قرآن نے اعلان کیا کہ حقیقی بیٹوں کی بیویاں حرام ہیں نہ کہ منہ بولے بیٹوں کی، ارشاد فرمایا:

﴿وَ حَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ﴾ (۴۰)

''اور تمہارے ان بیٹوں کی بیبیاں جو کہ تمہاری نسل سے ہوں۔''

لہذا گود لینے والے شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے متبنّٰی کی بیوی سے نکاح کرے کیونکہ وہ حقیقۃً اجنبی شخص کی بیوی ہے اور جب متبنّٰی نے اس کو طلاق دے دی تو اس کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۴۱)

مفتی محمد شفیع صاحب مسئلہ زیر بحث پر رقمطراز ہیں:

''چونکہ اس آخری معاملے کا اثر بہت سے معاملات پر پڑتا ہے۔ اس لیے یہ حکم نافذ کر دیا گیا کہ متبنّٰی بیٹے کو جب پکارو یا اس کا ذکر کرو تو اس کے اصلی باپ کی طرف منسوب کر کے ذکر کرو۔ جس نے بیٹا بنا لیا ہے اس کا بیٹا کہہ کر خطاب نہ کرو۔ کیونکہ اس سے بہت سے معاملات میں اشتباہ اور التباس پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔'' (۴۲)

محمد حسین ھیکل کے نزدیک یہی احکام آزاد شدہ غلام کو شہریت کے حقوق دلانے کا سبب ہوئے اور یہی احکام منہ بولے بیٹوں کے وہ حقوق ختم کرنے کا موجب ثابت ہوئے جن (حقوق) کی وجہ سے ان کی صلبی بیٹوں کے ساتھ کلی مناسبت قائم ہو چکی تھی اور انہی احکام نے آئندہ کے لیے منہ بولے بیٹوں کے لیے کوئی ایسی گنجائش نہ چھوڑی جس کے وہ مستحق نہ ہوتے ہوئے ان سے مستفید ہو رہے تھے۔ (۴۳)

الغرض یہ بات نہایت وضاحت کے ساتھ سامنے آگئی کہ اسلام نے متبنّٰی کو حقیقی بیٹے کا درجہ نہیں دیا اور نہ ہی اسے

© rasailojaraid.com

وراثت میں حقدار قرار دیا۔ بلکہ اس کی نسبت اپنے اصلی باپ کی طرف کرنے کا حکم دیا ہے۔ انہی احکامات کی بنا پر حضرت زید ؓ کو زید بن حارثہ اور حضرت مقدادؓ بن الاسود، جنہیں اسود نے اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا، کو مقداد بن عمرو کہا جانے لگا۔(۴۴)

نتائج بحث:

حضرت زینبؓ بنت جحش کا واقعہ نکاح عرصہ ہائے دراز سے اہل یورپ کے ہاں ناخوشگوار رائے زنی کا باعث بنا رہا ہے، حتیٰ کہ آج بھی۔(۴۵)

یہاں پر ہم زیر بحث واقعہ سے متعلق بعض حقائق کے انکشاف کا ارادہ رکھتے ہیں تا کہ منصفانہ مزاج کے حامل لوگ غور و فکر سے کام لیں اور ان افسانوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کی قوت پا لیں جنہیں بعض موضوع اور من گھڑت روایات نے جنم دیا ہے۔

گزشتہ آرٹیکل بعنوان Adoption میں مقالہ نگار نے اس واقعہ کو زیر بحث لاتے ہوئے چند حقائق کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے، مثلاً یہ کہ عربوں کے ہاں متبنیٰ بنانے کا رواج موجود تھا، منہ بولے بیٹوں کو حقیقی اولاد کا درجہ اور حقوق حاصل ہوتے تھے۔ حضرت زیدؓ کو اُن کی سپاس گزاری کی بنا پر آنحضرت ﷺ نے آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ چنانچہ انہیں زیدؓ بن محمدﷺ کے نام سے پکارا جانے لگا۔

جہاں تک تعلق ہے عنترہ عبسی کا تو وہ چونکہ لونڈی کے بطن سے پیدا ہوا تھا، لہذا اس بنا پر اُس کے والد نے اُسے جاہلی دستور کے مطابق اپنا بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن جب قبیلہ عبس پر ہونے والے ایک حملہ میں اُس نے اپنے بہادرانہ جوہر دکھائے تو اُس کے باپ نے اُسے آزاد کر دیا اور اپنا بیٹا تسلیم کر لیا۔ اس واقعہ کا عربوں کی رسم تبنیت سے کوئی تعلق نہیں۔(۴۶)

بہر حال مذکورہ تفصیل سے یہ بات خوب واضح ہوگئی کہ حضرت زیدؓ کو آنحضرت ﷺ نے آزاد فرما کر اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ اپنے اس منہ بولے بیٹے کے جوان ہونے پر آپ نے ان کے لیے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ بنت جحش کا انتخاب فرمایا۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ حضرت زینبؓ جو نبی کریم ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں، آپ کے سامنے ہی پلیں بڑھیں، ابھی حجاب کا حکم بھی نازل نہیں ہوا تھا کہ دیکھنے کی کوئی ممانعت ہوتی۔ اگر آنحضرت ﷺ کے دل میں انہیں اپنی بیوی بنانے کا خیال موجزن ہوتا تو ایسا کر گزرنا آپ کے لیے چنداں مشکل نہ تھا، ایک تو آپ ﷺ کی حضرت زینبؓ سے نہایت قریبی رشتہ داری تھی، پھر حضرت زینبؓ کے اولیاء، جنہوں نے حضرت زیدؓ سے رشتہ کرتے وقت کافی پس و پیش کی تھی، بھی بخوشی راضی ہو جاتے بلکہ وہ اسے اپنے لیے عین سعادت سمجھتے ہوئے دل و جان سے قبول کر لیتے۔ جیسا کہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:

حضرت زینبؓ آپ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ لڑکپن سے آپ ﷺ کے سامنے ہوتی تھیں اور بارہا آپ ﷺ نے ان کو دیکھا

تھا۔آپؐ سے کوئی پردہ نہ تھااور نہ پردہ کا حکم اب تک نازل ہوا تھااور حضرت زینبؓ شادی کے بعد بھی آپؐ سے پردہ نہیں کرتی تھیں اور آپؐ کے سامنے آتی تھیں تو کیا آنحضرتؐ نے حضرت زینبؓ کوزید سے نکاح کے بعد ہی پہلی بار دیکھا تھااور اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔اگر آپ کو ان کا حسن و جمال پسند تھا تو پہلے ہی زید سے کیوں نکاح کرنے دیا جس پر خود زینبؓ اور ان کے ورثاء اور اولیاء بمشکل راضی ہوئے۔آپؐ نے خود ہی کیوں نہ ان سے نکاح کر لیا، ان کے اعزاء اور اقارب آپؐ نکاح کو بڑی خوشی کے ساتھ منظور کرتے۔(۴۷)

مقالہ نگار کی طرف سے یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ حضرت زینبؓ نے پیغمبرؐ کے جذبات کو اس حد تک برانگیختہ کر دیا تھا کہ انہوں نے (معاذ اللہ) زیدؓ کو مجبور کیا کہ وہ اپنی بیوی سے ترک تعلق کر لے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت زینبؓ نے اللہ اور اس کے پیغمبرؐ کے حکم کو دل و جان سے قبول کرتے ہوئے حضرت زیدؓ سے نکاح کرنے پر رضامندی کا اظہار فرمایا تھا۔ یہ عمل یقیناً ان کے ایمان اور خلوص کا مظہر تھا، اور ایک مخلص مسلمان کو ایسا ہی اطاعت شعار ہونا چاہیے۔اور اگر ایسا نہیں تھا، جیسا کہ خیال کیا جا رہا ہے، تو پھر ایسی خاتون اس قابل نہیں کہ وہ ام المومنین ہونے کا اعزاز حاصل کرے، چہ جائیکہ قرآن کی رو سے وہ خاتون مومنہ قرار پائے، اللہ تعالیٰ خود اُسے اپنی نبی کی زوجیت کا شرف عطا فرمائے اور نبی کریم ﷺ اس خاتون کے زہد و تقویٰ اور پارسائی کی تعریف میں اپنے لب ہائے مبارک وا فرمائیں۔

پھر اگر حضرت زینبؓ نے پیغمبرؐ کے جذبات کو برانگیختہ کر کے حضرت زیدؓ سے طلاق حاصل کی ہوتی تو آنحضرت ﷺ کی طرف سے پیغامِ نکاح کے ملنے پر آپؓ کا مشغول استخارہ ہونا اور پھر دیگر ازواج پر اس بات کو فخریہ بیان کرنا کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے خود آپؐ کی زوجیت میں دیا ہے، کوئی معنی نہیں رکھتا۔ان تمام باتوں سے تو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ یہ ساری کارروائی زمینی نہیں بلکہ آسمانی تھی۔جیسا کہ لفظ زوجنا کھا سے واضح ہو رہا ہے۔

یہاں پر ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اس موقع پر حضرت زیدؓ کے جذبات کس قسم کے تھے۔جیسا کہ معلوم ہے کہ آپؓ ایک سچے عاشق رسولؐ تھے، جس کا اندازہ آپؓ کو متبنٰی بنائے جانے والے واقعہ سے بخوبی ہو رہا ہے۔آپؓ کے اسی جذبہ حب نبویؐ کی بنا پر نبی کریمؐ نے نہ صرف یہ کہ آپؓ کو آزادی کی نعمت سے سرفراز فرمایا بلکہ اپنا منہ بولا بیٹا بنا کر کرم نوازی کی حد کر دی، پھر اُن پر مزید احسان یہ فرمایا کہ اپنی پھوپھی زاد بہن سے آپؓ کا نکاح کر دیا۔حضرت زیدؓ بھی مرتے دم تک آنحضرتؐ کے وفادار رہے۔ یہاں تک کہ جب آپؓ حضرت زینبؓ کو طلاق دے چکے تب بھی آپؓ کے جذبہ حُب نبوی میں کسی قسم کا کوئی فرق دیکھنے میں نہ آیا۔آپؓ حسبِ سابق پیغمبر اسلامؐ کے ہر حکم کی تعمیل میں پورے خلوص اور جانثاری کے ساتھ لگے رہے، یہاں تک کہ اسی راہ میں اپنی جان بھی جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔اگر حضرت زیدؓ کو اس امر پر مجبور کیا گیا ہوتا کہ وہ اپنی بیوی حضرت زینبؓ سے ترک تعلق کر لیں یعنی انہیں طلاق دے کر فارغ ہو جائیں تو دینِ اسلام اور پیغمبرِ اسلامؐ کے لیے آپؓ

© rasailejarid.com

کے یہ جذبات محبت کبھی بھی برقرار نہ رہ سکتے تھے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ نبی کریم ﷺ تو حضرت زیدؓ کو اپنی بیوی کے ساتھ نباہ کرنے کا مشورہ ہی دیتے رہے (جس کے مختلف اسباب پہلے بیان کیے جا چکے ہیں) اگر بات وہی ہوتی جو بیان کی جا رہی ہے تو آپ اُنہیں ایسا مشورہ ہی کیوں دیتے؟ پھر جب حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی تو آنحضرتؐ نے حضرت زینبؓ کو اپنی جانب سے پیغامِ نکاح پہنچانے کے لیے حضرت زیدؓ کا ہی انتخاب کیوں فرمایا، کیا یہ آنحضرتؐ کے شفاف طرزِ عمل کی دلیل نہیں؟ بالفرض اگر حضرت زیدؓ کو مجبور کر کے طلاق دلوائی گئی ہوتی تو آپؓ کے دل میں حضرت زینبؓ کے لیے ادب واحترام کے وہ جذبات کہاں پیدا ہو سکتے تھے کہ جن سے سرشار ہو کر آپؓ نے اُن تک آنحضرتؐ کے نکاح کا پیغام پہنچایا۔ یہ بات نہ صرف یہ کہ عقلی طور پر درست نہیں بلکہ نصِ قرآنی کے بھی خلاف ہے۔ ظفر علی قریشی رقمطراز ہیں:

''اگر آنحضرتؐ کا طرزِ عمل بے داغ نہ ہوتا تو آپؐ زینبؓ کو، جنہیں زیدؓ طلاق دے چکے تھے یہ پیغام نکاح زیدؓ ہی کی معرفت نہ بھیجتے۔ دوسرے یہ کہ اگر زیدؓ کے ذہن میں ذرا برابر بھی شبہ ہوتا کہ ان کی بیوی زینبؓ کو طلاق دلوانے میں آنحضورؐ (معاذ اللہ) کسی طرح ملوث ہیں (جیسا کہ یہ مخالفین تہمت لگاتے ہیں) تو زید آنحضرتؐ کا پیغام نکاح پہنچانے ہرگز ہرگز نہ جاتے۔ یہ تمام واقعات حضرت زینبؓ کے معاملے میں آنحضورؐ پر تمام عیب جویانہ نکتہ چینی کا قلع قمع کرنے کے لیے کافی ہیں۔'' (۴۸)

رہا یہ سوال کہ حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق کیوں دی؟ تو اس کے اسباب کچھ مختلف نوعیت کے تھے جنہیں گزشتہ تفصیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔

حضرت زینبؓ بنت جحش سے آنحضرتؐ کے نکاح پر جن لوگوں نے واویلا مچایا وہ منافقین کا گروہ تھا، جنہیں اعتراض اس بات پر تھا کہ آنحضرتؐ نے اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا جبکہ آپؐ نے ہی بیٹے کی بیوی سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے۔ تو انہیں وحی کی زبانی یہ بتا دیا گیا کہ محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے نسبی والد نہیں، لہٰذا یہاں اولاد والے حقوق وفرائض متعین کرنا ایک عبث کام ہے۔

مقالہ نگار نے یہاں سورۂ نساء کی جس آیت کا حوالہ دے کر یہ اعتراض ذکر کیا ہے کہ'' قرآن کی رو سے (سورۃ iv، آیت نمبر ۲۷) یہ کبیرہ گناہ تھا کہ ایک باپ اپنے بیٹے کی بیوی (یعنی اپنی بہو) سے نکاح کر لے۔'' تو عرض یہ ہے کہ قرآن کی مذکورہ آیت میں ایسے کسی گناہ کا کوئی ذکر موجود نہیں۔ البتہ آیت تحریم (سورۃ iv، آیت نمبر ۲۳) میں صلبی بیٹوں کی بیویاں حرام قرار دی گئی ہیں تا کہ لے پالک بیٹوں کی بیویاں اس حکم سے خارج قرار پائیں۔ اسی طرح سورہ احزاب کی آیت نمبر ۴، ۵ اور ۳۷ میں تو متبنّٰی سے متعلقہ احکامات ومسائل زیرِ بحث لائے گئے ہیں جبکہ اس سورہ کی پہلی تین آیات اس مضمون سے خالی ہیں۔

مارگولیتھ نے حضرت عائشہؓ کا ایک قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

'' قرآن متبنیٰ ، بیٹے والے واقعہ کو حذف کر کے اپنے حق میں زیادہ فوائد سمیٹ سکتا تھا اور اس تنقید کا رخ دوسروں کی طرف بھی پھیرا جا سکتا تھا۔''

اس موقع پر حضرت عائشہؓ نے جو فرمایا تھا وہ ہم جامع ترمذی کے حوالے سے پیچھے بیان کر آئے ہیں۔ جب یہ حضرت عائشہؓ کا قول ہی نہیں تو اسے زیر بحث لانا ایک غیر ضروری امر ہے۔

یہاں پر حضرت زینبؓ بنت جحش کے واقعہ نکاح کے بارے بعض غیر مسلم مصنفین (جنہوں نے اس واقعہ کو بنظر انصاف دیکھنے کی سعی کی ہے) کی آراء کو نقل کر کے بحث کا اختتام کیا جاتا ہے:

منٹگمری واٹ (W.Montgomery) کا بیان ہے:

> It is most unlikely that at the age of fifty-six such a man as he should have been carried away by a passion for a woman of thirty-five or more.(49)

'' یہ بات قطعی ناممکن ہے کہ ایک ایسا شخص جس کی عمر چھپن سال ہو ایک ایسی عورت کہ جس کی عمر پینتیس سال یا اس سے بھی زیادہ تھی کے متعلق جذبات میں بہہ گیا ہو۔''

اپنی دوسری تصنیف Muhammad(PBUH) at Medina میں لکھتا ہے:

> The criticism of Muhammad, then, was based on a pre-Islamic idea that was rejected by Islam, and one aim of Muhammad in contracting the marriage was to break the hold of the old idea over men's conduct. How important was this aim compared with others which he might have had?(50)

'' زینبؓ بنت جحش سے نکاح کے موقع پر آپؐ پر جو تنقید ہوئی اس کی بنیادی وجہ زمانہ جاہلیت کی ایک رسم تھی جسے اسلام نے ختم کر دیا۔ اس شادی سے آپؐ کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ لوگوں کے اندر اس قدیم رسم نے جو غلبہ حاصل کر رکھا تھا، اسے ختم کیا جائے۔'' دیگر ممکنہ مقاصد کے مقابلے میں اس شادی کا یہ مقصد کس قدر اہم تھا؟''

آر۔ باسورتھ سمتھ (Bosworth Smith) نے اپنی تصنیف Muhammad (PBUH)and Muhammadanism میں اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

His marriage with Zeinab, the wife of Zeid, his freedman and adopted son, after her divorce from him, bears on the face of it a worse complexion: but I am satisfied, after a close examination of the cercumstances of the case, that it does not bear the intetpretation usually placed upon it by Christians. It raised an outcry among the

© rasaloijaraid.com

Arabs of the ignorance, not because they suspected an intrigue on the Prophet's part to secure a divorce ; but because they looked upon an adopted as though he were a real son, and considered, therefore, that the marriage fell within the prohibited degrees. This restriction, which Muhammad, for whatever causes, considered to be and arbitrary one, he abolished by his marriage, not for his own benefit only, but for that of the Arabs at large.(51)

''عیسائی بالعموم اس واقعہ کو جو رنگ دیتے ہیں وہ درست نہیں ہے۔اس نکاح نے عربوں کے جاہلی معاشرہ میں ہلچل پیدا کر دی تھی۔اس بنا پر نہیں کہ انہیں پیغمبرؐ پر طلاق دلوانے کی سازش کا کوئی شبہ لاحق ہو گیا تھا، بلکہ اس لیے کہ ان کے نزدیک متبنیٰ حقیقی بیٹے کی حیثیت رکھتا تھا، اور یوں یہ نکاح ان کے نزدیک محرم رشتوں کی صف میں شامل ہو گیا تھا۔آپؐ اس پابندی کو بلا جواز قرار دیتے تھے، لہٰذا آپؐ نے اس نکاح کے ذریعے اسے ختم کر دیا۔نہ صرف اپنے لیے بلکہ تمام عربوں کی نفع رسانی کے لیے۔''

مزید لکھتا ہے:

> It should be remembered, however, that most of Muhammad's marriages may be explained, at least, as much by his pity for the forlorn condition of the persons concerned, as by other motives. They were almost of all of them with widows who were not remarkable either for their beauty of their wealth, but quite the reverse. May not this fact, and his undoutbted faithfulness to Khadijah till her dying day, and till he himself was fifty years of age, give us additional ground to hope that calumny or misconception has been at work in the story of Zeinab?(52)

''یہ یاد رہے کہ آپؐ کے اکثر نکاحوں کے بارے جہاں اور توجیہات ممکن ہیں وہاں یہ توجیہہ بھی کی جا سکتی ہے کہ آپؐ نے نکاح کے ذریعہ اس متعلقہ (بے سہارا) خاتون کی حالت زار پر ترس کھایا ہو۔کیونکہ آپؐ کے تقریباً تمام نکاح بیواؤں سے ہوئے جو نہ تو باعتبار حسن قابل ذکر تھیں نہ باعتبار دولت۔بلکہ معاملہ اس کے برعکس تھا۔پھر جب یہ حقیقت عیاں ہوا اور یہ بھی معلوم ہو کہ آپؐ حضرت خدیجہؓ سے ان کی وفات تک، جبکہ آپؐ کی عمر پچاس سال ہو چکی تھی، وفادار رہے تو کیا اس سے اس خیال کو مزید تقویت نہیں پہنچتی کہ زینبؓ والی کہانی میں الزام تراشی اور کج فہمی کارفرما ہے۔''

گزشتہ تفصیل سے یہ بات اظہر من الشّمس ہو گئی کہ حضرت زینبؓ کے واقعہ نکاح کے بارے جو افسانے اور قصے کہانیاں تراشی گئی ہیں انہیں اصل حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

© rasailojaraid.com

حواشی وحوالہ جات

۱۔ جان آف دمشق (John of Damascus) کا زمانہ ۷۰۰ء تا ۷۵۴ء تھا۔ جان بنیادی طور پر ایک مذہبی عالم، مصنف، کلیسا کا فارغ التحصیل، راہب اور پادری تھا۔ (Webster's Biographical Dictionary,U.S.A,G & C.Merriam Co.,1953,p:787)

۲۔ حبیب الحق ندوی، پروفیسر، ''اسلام اور مستشرقین''، مجموعہ مقالات، اسلام اور مستشرقین، مرتبہ سید صباح الدین، اعظم گڑھ، دار المصنفین، ۲۰۰۳ء، ج:۳، ص۱۶، ۱۷

۳۔ اس آرٹیکل کا مصنف (Juynboll Th.W.) ہے۔ اس کا زمانہ ۱۸۶۶ء تا ۱۹۴۸ء ہے۔ اہم تصانیف میں یحی بن آدم کی کتاب الخراج مطبوعہ ۱۸۹۶ء، صحیح البخاری کا جزو رابع مطبوعہ ۱۹۰۸ء، استشراق ہالینڈ میں، اسلام جاوہ میں مطبوعہ ۱۹۱۴ء قابل ذکر ہیں۔ (العقیقی، نجیب، المستشرقون، مصر، دار المعارف، ۱۹۶۴م، ۲/۶۷۰ نیز دیکھیے یحیٰ مراد، الدکتور، معجم اسماء المستشرقین، بیروت، دار الکتب العلمیة، ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴م، ص۲۷۶)

4.Juynboll Th. W.,"Adoption",Encyclopaedia of Religion and Ethics,Edited by James Hastings,New York,Charles Scribner's Sons,1980,vol.:I,p:111

۵۔ ڈیوڈ سموئیل مارگولیتھ (Margoliouth,D.S) زمانہ ۱۸۵۸ء تا ۱۹۴۰ء۔ (العقیقی، ۲/۵۱۸، ۵۱۹؛ الجابی، بسام عبد الوهاب، معجم الاعلام، الجفان والجابی للطباعة والنشر، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷م، ص:۲۵۱) انگلستان کا مشہور مستشرق، جن نے نصف صدی تک اوکسفورڈ یونیورسٹی میں عربی کی تدریس کی۔ اس نے بیضاوی کی تفسیر سے سورۃ آل عمران کا انگریزی میں ترجمہ کیا، جو ۱۸۹۴ء میں Chrestomathia Baidawiana کے نام سے شائع ہوا۔ اس کے علاوہ اس نے رسائل ابی العلاء المعری کو ایڈٹ کیا نیز اس نے یاقوت کی ''معجم الادباء'' کو سات جلدوں میں شائع کیا۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مرتبین میں سے ہے، مصر اور دمشق کی اکیڈمی کا ممبر رہا ہے۔ مارگولیتھ نے اسلام پر جو کتابیں لکھیں ہیں ان میں تین کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں Mohammad(PBHU) and the Rise of Islam,1905، Mohammedanism,1911 اور Early Development of Mohmmedanism,1914۔

(شیخ، عنایت اللہ، ''مارگولیتھ''، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور، دانش گاہ پنجاب، طبع اول، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء، ۱۸/۳۱۶۔۳۱۷؛ سلمان شمسی ندوی، مولانا، ''مشہور مستشرقین اور ان کی تصنیفات''، مجموعہ مقالات، اسلام اور مستشرقین، مرتبہ محمد عارف عمری، اعظم گڑھ، دار المصنفین، ۲۰۰۶ء، ۷/۲۳۸)

6. Margoliouth,D.S.,"Muhammad(PBHU)",Encyclopaedia of Religion and Ethics,Edited by James Hastings,New York,Charles Scribner's Sons,1980,vol.:viii,p:879

© rasailojaraid.com

۷۔ یوسف القرضاوی، اسلام میں حلال وحرام، لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، اکتوبر ۲۰۰۵ء، ص ۲۷۳

۸۔ الاحزاب ۵/۳۳

۹۔ ابن الأثیرالجزری، علی بن محمد، اسد الغابة فی معرفة الصحابة، بیروت، دارالکتب العلمیة، الطبعة الثالثة، ١٤٢٩ھ/٢٠٠٨م، ج:٢، ص:٣٥٠ـ٣٥٢؛ ابن عبد البر، أبو عمر، یوسف بن عبد الله، القرطبی، الاستیعاب فی معرفة الأصحاب، بیروت، دارالکتب العلمیة، الطبعة الأولیٰ، ١٤١٥ھ/ ١٩٩٥م، ١١٥/٢ـ١١٧

۱۰۔ ابن سعد، محمدبن سعد، الطبقات الکبریٰ، بیروت، دار احیاء التراث العربی، الطبعة الأولیٰ، ١٤١٧ھ/ ١٩٩٦م، ج:٨، ص:٢٩٥؛ ابن قیم الجوزیة، أبو عبد الله، محمد بن أبی بکر، زاد المعادفی هدی خیر العباد، تحقیق وتعلیق شعیب الأرنؤوط وعبد القادر الأرنؤوط، بیروت، مؤسسةالرسالة، الطبعة الثالثة عشر، ١٤٠٦ھ/١٩٨٦م، ١٠٨/١

۱۱۔ الطبقات الکبریٰ، ٣٠٢/٨ ۱۲۔ هود ١١:٧٥

۱۳۔ الهیثمی، علی بن أبی بکر بن سلیمان، نور الدین، مجمع الزوائد، تحقیق محمد عبد القادر أحمد عطا، بیروت، دارالکتب العلمیة، الطبعة الاولیٰ، ١٤٢٢ھ/٢٠٠١م، ج:٧، ص:٢٩٢؛ ابن سید الناس، عیون الأثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، بیروت، دار الجیل، الطبعةالثانیة، ١٩٧٤م، ٣٠٥/١

۱۴۔ الاستیعاب، ج:٤، ص:٤٠٧؛ عیون الاثر، ٣٠٥/١

۱۵۔ البخاری، أبو عبد الله، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الشهادات، باب تعدیل النساء بعضهن بعضا، موسوعة الحدیث الشریف، الریاض، دار السلام للنشر والتوزیع، الطبعة الاولیٰ، محرم ١٤٢٠ھ/أبریل ١٩٩٩م، رقم الحدیث: ٢٦٦١، ص ٢١١

۱۶۔ ابن حجر العسقلانی، أبو الفضل، أحمد بن علی، الأصابه فی تمییز الصحابه، تحقیق وتعلیق الشیخ عادل أحمد عبد الموجود و الشیخ علی محمد معوض، بیروت، دارالکتب العلمیة، الطبعة الاولیٰ، ١٤١٥ھ/١٩٩٥م، ج:٨، ص:١٥٤؛ الطبقات الکبریٰ، ج:٨، ص:٢٩٩؛ الاستیعاب، ج:٤، ص:٤٠٧

۱۷۔ الطبقات الکبریٰ، ٣٠٢/٨

۱۸۔ ایضاً، ٣٠٠/٨، ٣٠٢

۱۹۔ الاحزاب ٣٣:٣٦

۲۰۔ ابن کثیر، أبو الفداء، اسماعیل بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، دمشق، مکتبه دار الفیحاء للطباعة والنشر والتوزیع، الطبعة الاولیٰ، ١٤١٤ھ/١٩٩٤م، ٦٤٨/٣

۲۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف، رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ/اکتوبر ۲۰۰۶ء، ۱۵۰/۷ـ۱۵۲

۲۲۔ تفسیر القرآن العظیم، ۶۴۸/۳

۲۳۔ تفصیل کے لیے دیکھیے معارف القرآن، ۱۵۲/۷، ۱۵۳

۲۴۔ الاحزاب ۳۷/۳۳

۲۵۔ الترمذی،أبو عیسیٰ،محمد بن عیسیٰ،جامع الترمذی،کتاب تفسیر القرآن عن رسول الله،باب ومن سورة الاحزاب، موسوعة الحدیث الشریف،الریاض،دار السلام للنشر والتوزیع،الطبعة الاولیٰ،محرم ۱٤۲۰ھ/أبریل ۱۹۹۹م،رقم الحدیث:۳۲۰۷،ص۱۹۷۹

۲۶۔ ھیکل،محمد حسین،حیات محمد ﷺ،مترجم ابو یحیٰ،لاہور،ادارہ ثقافت اسلامیہ،۱۹۹۶ء،ص۴۰۵

۲۷۔ مسلم بن حجاج،أبو الحسین،القشیری،صحیح مسلم،کتاب النکاح،باب زواج زینب بنت جحش...، موسوعة الحدیث الشریف،الریاض،دار السلام للنشر والتوزیع،الطبعة الاولیٰ،محرم ۱٤۲۰ھ/أبریل ۱۹۹۹م،رقم الحدیث:۱٤۲۸،ص۹۱٦

۲۸۔ ادریس کاندھلوی،مولانا،سیرت المصطفیٰ ﷺ،لاہور،مکتبہ خلیل،طبع دوم،س۔ن،۳/۲۱۹

۲۹۔ الاحزاب ۳۳:۳۷

۳۰۔ صحیح مسلم،کتاب النکاح،باب زواج زینب بنت جحش...،موسوعة الحدیث الشریف،رقم الحدیث: ۱٤۲۸،ص:۹۱٦؛الاستیعاب، ٤/٤۰۸

۳۱۔ صحیح البخاری،کتاب التوحید،باب وکان عرشه علی الماء...،موسوعة الحدیث الشریف،رقم الحدیث: ۷٤۲۱،ص٦۱۸

۳۲۔ عیون الاثر، ۳۰٤/۱

۳۳۔ الاحزاب ۳۳:٤۰

۳۴۔ مبارکپوری،صفی الرحمٰن،مولانا،الرحیق المختوم،لاہور،المکتبۃ السلفیۃ،صفر۱۴۲۴ھ/اپریل۲۰۰۳ء،ص۶۴۱،۶۴۲

۳۵۔ الاحزاب ۳۳:۵

۳٦۔ الاحزاب ۳۳:٤

۳۷۔ حیات محمد ﷺ،ص۴۰۵

۳۸۔ تنزیل الرحمٰن،مجموعۂ قوانین اسلام،اسلام آباد،ادارۂ تحقیقات اسلامی،طبع چہارم،۱۹۹۱ء،۳/۸۷۶

۳۹۔ التوبۃ۹:۸

۴۰۔ النسآء۴:۲۳

۴۱۔ اسلام میں حلال وحرام،ص۲۷۳۔۲۷۵

۴۲۔ معارف القرآن،۷/۸۴

۴۳۔ حیات محمد ﷺ،ص۴۰۶

۴۴۔ الاستیعاب،۲/۱۱۷؛اسد الغابہ،۵/۲۴۲

45. Tor Andrae,Mohammed(PBUH) the Man and his Faith,New York,Harper & Brothers,1960,p:152;Rodinson,Maxime,Muhammad(PBUH) Prophet of

© rasailojaraid.com

Islam,London,Tauris Parke Paperbacks,1980,p:205,206;Nabia Abbott,Aishah(RAU) the Beloved of Mohammed(PBUH),Chicago,The University of Chicago Press,1944,p:16

۴۶۔ تفصیل کے لیے دیکھیے،أحمد حسن الزيات،تاريخ الادب العربی،بيروت،دار المعرفة،١٤١٣ھ/١٩٩٣م، ص٤٥،٤٦

۴۷۔ سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم،۳/۲۲۱

۴۸۔ ظفر علی قریشی،ازواج مطہراتؓ اور مستشرقین،لاہور،علی پرنٹرز،نومبر۱۹۹۴ء،ص۴۰

49. Watt, W. Montgomery, Muhammad(PBUH) Prophet and Statesman, Oxford University Press, 1961, p:158

50. Watt, W. Montgomery, Muhammad(PBUH) at Medina, Oxford University Press, 1956, p:330

51. R. Smith, Bosworth, Muhammad(PBUH)and Muhammadanism,Lahore,Sind Sagar Academy,N.D,p:95

52. Ibid

© rasailojaraid.com